رہبر معظم کا رضاکار فورس کی اعلی کونسل کے اراکین کے سے خطاب – 27 /Nov/ 2014

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم (۱)

والحمدلله ربّ العالمین و الصّلاة و السّلام علی سیّدنا و نبیّنا ابی‌القاسم المصطفی محمّد و علی آله المنتجبین المطهّرین و صحبه المنتخبین و من تبعهم باحسان الی یوم الدّین.

میں سب سے پہلے آپ تمام عزیز بھائیوں ، بہنوں اور ملک کی بسیج " رضاکارفورس" کے منتخب نمائندوں اور برگزیدہ افراد کو خوش آمدید کہتا ہوں جنہوں نے علم و فکر اور ذہانت اور فراست کو عشق و دل کا ہمنوا اور ہمسفر بنا لیا ہے اور آپ نے ایسے میدان میں قدم رکھا کہ جہاں خدمت کے اختتام پر فتح و کامیابی یقینی ہے اور اللہ تعالی کی بارگاہ مقبولیت ،عزت اور سرافرازی قطعی اور یقینی ہے۔ اللہ تعالی قرآن میں ایک جگہ ان لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے «یُحِبُّهُم وَ یُحِبّونه» (۲)جو لوگ، اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اللہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالی قرآن میں ایک اور مقام پر انہی افراد کا اور ان میں سے ایک جماعت کا تعارف کرواتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے ؛ اِنَّ اللهَ یُحِبُّ الَّذینَ یُقاتِلونَ فی سَبیلِهِ صَفًّا کَاَنَّهُم بُنیانٌ مَرصوص ؛ (۳یعنی یہی نوجوان، یہی مرد و خواتین، یہ منتخب اور ذہین شخصیتیں اور یہی صاحب ایمان افراد جو اپنی تمام تر توانائیوں اور پورے وجود کو ہتھیلی پر رکھ کر میدان عمل میں اتر آئے ہیں۔ اس کے وہی معنی ہیں جو ہم بسیجی (رضاکار) انسان کے لئے قائل ہیں ہم

بسیجی کو بھی انہیں خصوصیات کا مالک سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالی آپ کو اجر عطا فرمائے، آپ سب کو توفیقات مرحمت فرمائے، آپ کو ایک لمحے کے لئے بھی اپنی رہنمائی اور ہدایت سے محروم اور دور نہ رکھے اور روز بروز آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ دونوں محترم بھائیوں ، سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی کے سربراہ اور بسیج مستضعفین (رضاکار فورس) کے سربراہ کی تقریریں بالکل درست اور با معنی تھیں۔ بڑی سنجیدہ ، مضبوط اور نپی تلی تقریریں تھیں۔ میں بھی چند جملے آپ کی خدمت میں عرض کروں گا۔

ہم نے بسیج (رضاکار فورس) کو شروع سے لیکر اب تک ہمیشہ میدان عمل میں مصروف دیکھا ہے، عمل کے مختلف میدانوں میں بسیج مصروف عمل رہی ہے ۔ دفاع مقدس کے دوران، آٹھ سالہ جنگ کے میدان میں، پھر تعمیراتی مہم کے دوران، گوناگوں سائنسی میدانوں میں، اسٹیم سیلز ٹکنالوجی سے لیکر ایٹمی ٹکنالوجی تک ہر میدان میں رضاکار فورس نے نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں۔ میں نے خود محاذ کے اگلے مورچوں اور فرنٹ لائن کے قریب بنائے گئے اسپتالوں میں مشاہدہ کیا ہے کہ ڈاکٹر اس علاقہ میں قائم اسپتالوں میں خدمات انجام دینے کے لئے تہران اور ملک کے دیگر علاقوں سے آتے تھے جبکہ دشمن ان اسپتالوں کو کم فاصلہ کی توپوں سے بھی نشانہ بنا سکتا تھا، تہران اور دیگر شہروں کے ڈاکٹر ہمیشہ آمادہ رہتے تھے کہ جیسے ہی محاذ سے انہیں محاذ پر آنے کی اطلاع دی جاتی تھی وہ فورا اپنا بیگ اٹھا کرمحاذ پر روانہ ہوجاتے تھے اور وہ جو ہمیشہ تیار

رہتے تھے، اور متعلقہ مقام پر پہنچ کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتےتھے۔ رضاکار فورس کی فنکارانہ سرگرمیوں کا بھی یہی عالم ہے، فن و ہنر کے میدان میں جو مؤثر سرگرمیاں انجام پا رہی ہیں اور روز بروز ان کا معیار بلند اور بالا ہوتا جا رہا ہے آپ ان میں ہمارے ان رضاکاروں کو موجود پائیں گے۔ البتہ یہ میدان بہت زیادہ وسیع و عریض ہے، اس پر میں بعد میں کچھ گفتگو کروں گا۔ علمی کاوشوں اور سرگرمیوں کا معاملہ ہو، آرٹ سے متعلق تحقیقات اور تخلیقات ہوں، جنگ سے متعلق فعالیت اور سرگرمیاں ہوں، تعمیر و ترقی کے منصوبے ہوں یا اقتصادی منصوبے ہوں ہر جگہ ان کی خدمات نمایاں نظر آتی ہیں۔

اس حقیر کی نظر میں جس مسئلہ کے بارے میں بہت کم توجہ مبذول کی گئی ہے اور جس پر توجہ مبذول کرنی کی ضرورت ہے وہ مسئلہ رضاکار فورس کے پاس موجود فکری پشت پناہی اور فکری سرمایہ ہے۔ بسیج در حقیقت ایک فکر ہے، ایک سوچ ہے، ایک نظریہ ہے، بلکہ نظریات کا ایک مجموعہ ہے۔ سب دیکھ رہے ہیں کہ تعلیم یافتہ افراد، علمی شخصیات، ممتاز ہستیاں جو مختلف علمی و سائنسی میدانوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ بسیج (رضاکار فورس) کا حصہ بن جاتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بسیج صرف احساسی اور جذباتی حرکت نہیں بلکہ اس کی پشت پر ایک مضبوط اور محکم منطقی فکر ہے۔ جب اس منطقی فکر، اس علم و نظر کو عمل اور اقدام کا ساتھ مل جاتا ہے تو حیرت انگیز واقعات خلق ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس فکر و نظر کی بنیاد کیا ہے؟

میں مختصر طور پر چند جملے اسی فکر اور نظرئے کے بارے میں عرض کروں گا جو بسیج کا ستون اور بنیاد ہے، جو بسیج کا فکری سرمایہ ہے۔ میں اس ضمن میں دو نکات بیان کروں گا جن پر غور و فکر اور بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

اس فکر کی بنیاد انسان کے اندرذمہ داری کا احساس اور فرض شناسی کا جذبہ ہے۔ انسان ایک ذمہ دار مخلوق ہے۔ اس فکر کے مد مقابل عدم ذمہ داری اور پہلو تہی کا احساس ہے جو "چھوڑو، ہٹو، جاؤ ، خوش رہو، اپنے کو دیکھو" جیسی باتوں پر استوار سوچ ہے۔ رضاکار فورس کی فکر الہی بنیاد پر استوارہے جس کی مضبوط اور مستحکم دینی بنیاد بھی ہے، اس کی میں تشریح کروں گا۔ صرف اپنی ذات کے بارے میں، اپنے کنبے اور قریبی افراد کے بارے میں ذمہ داری کا احساس نہیں بلکہ اس احساس ذمہ داری کے ساتھ ہی زندگی کے واقعات، دنیا کے مستقبل، ملک کے مستقبل، معاشرے کے مستقبل، چاہے وہ مسلم ملک و معاشرہ ہو یا غیر مسلم ملک اور غیر مسلم معاشرہ ہو ،اس کے بارے میں ذمہ داری کا احساس۔ یہ احساس ذمہ داری صرف اپنے ہم مذہب اور ہم مسلک افراد تک محدود نہیں ہے، بلکہ غیر مسلم افراد اور مومنین کے دائرے سے باہر کے لوگوں کے بارے میں بھی ذمہ داری کا احساس ضروری ہے۔ یہ کیفیت اس سوچ کے بالکل برخلاف ہے جو کہتی ہے کہ چھوڑو ہٹاؤ، یہ غفلت اور سستی کی حالت اور ذمہ داریوں سے بھاگنے کی عادت کے بالکل برخلاف ہے۔ رضاکار فورس کی اصلی بنیاد یہی احساس ذمہ داری اور جذبہ فرض شناسی ہے۔ ذمہ داری اور فریضے کا یہ احساس اسلام کے مسلمہ اصولوں اور اسلامی تعلیمات

کا حصہ ہے۔ یعنی اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اسلام انسان کو ایسی مخلوق قرار دیتا ہے جو ذمہ دار ہے، اسے کچھ ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں۔
آپ اسلام کے مختلف اورگوناگوں احکامات پر غور کیجئے۔ مثال کے طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ہے۔ امر بالمعروف یعنی یہ کہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ نیکی اور اچھائی کی ترویج کیجئے، اس کا حکم دیجئے۔ نہی عن المنکر یعنی دوسروں کو برائی ، بدی اور گناہ سے منع کیجئے، مختلف طریقوں سے اس کا سد باب کیجئے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا حقیقی مفہوم ہے معاشرے کی عام صحت اور سلامتی کے بارے میں ذمہ داری اور فرض شناسی کا احساس۔ سب ذمہ دار ہیں۔ میں بھی ذمہ دار ہوں، آپ بھی ذمہ دار ہیں، تیسرا شخص بھی ذمہ دار ہے۔ اسی طرح جہاد کا مسئلہ ہے۔ اسلامی جہاد در حقیقت ان اقوام کی مدد سے عبارت ہے جنہیں استعماری و استکباری طاقتوں کی سیاست نے اس طرح محصور کر رکھا ہے کہ ان تک ہدایت کی روشنی نہ پہنچ سکے۔ جہاد اسی حصار کو توڑنے اور اسی پردے کو چاک کرنے کے لئے ہونا چاہیے، یہ ہے اسلامی جہاد۔ یہ بحث کہ جہاد دفاعی عمل ہے یا پیشگی حملہ ہے، اسی طرح کی دوسری بحثیں در حقیقت فروعی بحثیں ہیں۔ اصلی موضوع یہ ہے: ما لَکم لا تُقاتِلونَ فی سَبیلِ اللهِ وَ المُستَضعَفینَ مِنَ الرّجالِ وَ النِّساءِ وَ الولدان ؛ ((۴آپ راہ خدا میں جہاد کیوں نہیں کرتے، قتال کیوں نہیں کرتے، راہ خدا میں جنگ کیوں نہیں کرتے۔ اس کے بعد فورا ارشاد ہوتا ہے کہ مستضعفین کی راہ میں مستضعفین کی نجات کے

لئے؟ یہی احساس ذمہ داری ہے۔ یعنی آپ جائیے اپنی جان خطرے میں ڈالئے، جان ہتھیلی پر رکھ کر پرخطر وادیوں میں اتر جائیے، تاکہ کمزور کر دئیے گئے لوگوں (مستضعفین) کو نجات حاصل ہو۔ یہ بھی وہی احساس ذمہ داری اور فرض شناسی ہے۔ یا اس معروف حدیث کو دیکھئے ؛ «مَن اَصبَحَ وَ لَم یَهتَمَّ بِاُمور المُسلِمینَ فَلَیسَ بِمُسلِم»)(۵۔ اسی طرح اسلامی متون اور کتب میں ایسی بہت سی روایتیں اور قرآن کی آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اسلام کے مسلمہ احکام میں ہے۔ یعنی اسلام انسان کو اسی طرح ذمہ دار اور فرض شناس دیکھنا چاہتا ہے، خود اپنی ذات کے بارے میں بھی، اپنے قریبی لوگوں کے بارے میں بھی، اپنے معاشرے کے حوالے سے بھی اور عالم انسانیت کے حوالے سے بھی انسان خود کو ذمہ دار سمجھے۔ اگر آپ اس نظرئیے کو اسلامی متون اور تعلیمات میں تلاش کریں تو آپ کو بڑی حیرت انگیز بات نظر آئیگی کہ احساس ذمہ داری اور فرض شناسی کے مسئلے پر کتنی توجہ دی گئی ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اللہ تعالی کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں اور تضرع و زاری کے ساتھ دعا کرتے ہیں کہ «اَللّٰهُمَّ اهدِ قَومی» ((۶قوم میں وہی لوگ تھے جو آپ (ص) کو پتھر مارتے تھے، آنحضرت کی شان میں گستاخی کرتے تھے، قتل کر دینے کی دھمکیاں دیتے تھے، ان پر اتنی مصیبتوں کے پہاڑ توڑے مگر آنحضور صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اللہ تعالی کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ خداوندا انہیں راہ نجات عطا فرما، انہیں شفا عطا کر، ان کی ہدایت

فرما، یہ ہے پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی سیرتـ امیر المومنین علی علیہ السلام جب سنتے ہیں کہ معاویہ کے سپاہیوں نے جاکر ایک شہر کو لوٹ لیا تو آپ غضبناک ہوکر فرماتے ہیں ؛ - بَلَغَنی اَنَّ الرَّجُلَ مِنھُم کان یَدخُلُ عَلَی المَراۃِ المُسلِمَۃِ وَ الاُخرَی المُعاھِدَۃ (۷معاویہ کے لشکر کے فوجی مسلمانوں اور معاھَد (یعنی ایسے غیر مسلم جو اسلامی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں جیسے یہودی، عیسائی) افراد کے گھروں میں داخل ہوئے، خواتین کی توہین کی، عورتوں کے کنگن اور زیور چھین لئے۔ اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں کہ اس پر اگر کوئی مسلمان افسوس کے مارے مر جائے تو بالکل قابل فہم ہے۔ آپ ذرا غور کیجئے کہ اس حد تک ہے ذمہ داری کا احساس ۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ امیر مسلمین اگر مر جائے تو بالکل صحیح ہے بلکہ فرماتے ہیں کہ اگر انسان، اگر مسلمان اس افسوس میں مر جائے تو بالکل صحیح ہے۔ یہ وہی احساس ذمہ داری اور فرض شناسی ہے۔ بسیج کی تحریک کی اصلی بنیاد یہی الٰھی احساس ذمہ داری ہے۔

دوسرا اہم نکتہ جو پہلے ستون کی تکمیل ہے، وہ بصیرت اور روشن فکری ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب ہے وقت کی صحیح شناخت، ضرورت کا درست ادراک، ترجیحات کی صحیح نشاندہی، دشمن کی پہچان، دوست کی پہچان، دشمن کے مقابلے میں استعمال ہونے والے اہم وسائل کی شناخت، اسی آگاہی اور شناخت کا نام بصیرت ہے ۔ ہمیشہ ایک ہی ہتھیار سے ہر لڑائی نہیں لڑی جا سکتیـ کس ہتھیار کو استعمال کرنا چاہیے؟ دشمن کہاں ہے؟ میں نے بارہا عرض

کیا کہ جن لوگوں کے پاس بصیرت نہیں ہے، جیسے یہ بیچارے جو (سنہ 2009 کے صدارتی انتخابات کے بعد رونما ہونے والے) فتنے میں گرفتار ہو گئے، ایسے افراد کی مانند ہیں جو رات کی تاریکی میں، فضا میں چھائی دھند اور غبار میں اپنے مخالف کو اور اپنے دشمن کو نشانہ بنانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے انہیں پتہ نہیں ہے کہ دشمن کہاں ہے۔ فوجی جنگوں کی ایک اہم ترین شرط اطلاعات کی فراہمی ہے۔ جائیے اطلاعات حاصل کیجئے اور دیکھئے کہ دشمن کہاں ہے۔ بغیر اطلاعات کے اگر آپ نے اقدام کیا تو ممکن ہے ایسی جگہ پر آپ حملہ کر دیں جہاں آپ کا دشمن نہیں بلکہ دوست موجود ہے۔ ایسے انسان پر آپ حملہ آور ہو جائیں جو آپ کا دشمن نہیں ہے، اس طرح کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ اپنے دشمن کی ہی مدد کرنے لگتے ہیں۔ اگر بصیرت ہو تو پھر صورت حال ایسی ہوتی ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: العالِمُ بِزَمانِهِ لا تَهجُمُ عَلَيهِ اللَّوابِس ؛ (۸)اپنے زمانے کی شناخت رکھنے والے پر شبہات، نادانی اور لا علمی کا حملہ نہیں ہوتا۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ کیا کرنا چاہیے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر مشکلات پیدا ہوں گی، خواہ اس شخص کے اندر احساس ذمہ داری ہی کیوں نہ ہو۔

کچھ لوگوں کے اندر ذمہ داری کا احساس تو تھا لیکن انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ اس جذبے اور احساس کو کہاں صرف کریں اور اس جذبے سے کہاں استفادہ کریں ۔وہ ایسی جگہ استعمال کرتے تھے جس سے حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالی علیہ کی عظیم تحریک کو

نقصان پہنچتا تھا۔ اسلامی انقلاب کے بعد بھی ایسی مثالیں پیش آئیں اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ بعض افراد ہیں جن کے اندر احساس ذمہ داری ہے، فرض شناسی کا جذبہ ہے، جوش و خروش بھی ہے، لیکن اس جذبے اور جوش و خروش کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ ایسی جگہ استعمال کرتے ہیں اور اس جگہ کو نشانہ بناتے ہیں جسے نشانہ نہیں بنانا چاہیے۔ یہ عدم بصیرت اور عدم آگاہی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ہم نے چند سال قبل فتنہ و آشوب کے معاملے میں بصیرت کی بات کی۔ کچھ لوگوں نے طنزیہ طور پر کہا بصیرت! جی ہاں، بصیرت، اگر بصیرت نہ تو احساس ذمہ داری اور جذبہ فرض شناسی جتنا زیادہ ہوگا، اتنا ہی زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔ جن لوگوں کے پاس بصیرت نہ ہو ان لوگوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا جو دوست و دشمن کو نہیں پہچانتے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جذبے کو، اس توانائی کو، اس احساس کو کہاں استعمال کریں۔ تو یہ ہے دوسرا ستون جو انتہائی ضروری ہے۔ اگر یہ دوسرا ستون نہ ہو تو امر بالمعروف بھی غلط طریقے سے انجام پائے گا، اس کا جہاد بھی غلط سمت میں چلا جائے گا، اس کا بڑی توجہ والا عمل بھی غلط ہوگا، اور وہ غلط راستے پر چلا جائے گا۔

اللہ تعالی کی حضرت امام خمینی (رہ) پر رحمتیں نازل ہوں جنہوں نے ان تمام پہلوؤں پر پہلے ہی غور کر لیا، ان کی تیز بیں نگاہوں، روشن فکر ذہن اور خدادادبصیرت نے ان چیزوں کا ادراک کر لیا۔

حالانکہ انہوں نے کہیں بھی سیاست کی تعلیم حاصل نہیں کی، کسی سے نہیں سیکھا، اس سلسلے میں جتنی بھی چیزیں ضروری تھیں،

انہیں اللہ تعالی سے ان کی تلقین مل گئی اور ان کے پاکیزہ قلب پر اس کا الہام ہوا۔ حضرت امام خمینی (رہ) نے بسیج (رضاکار فورس) کی بھی تشکیل کر دی اور پھر اس کی سمت و جہت کا بھی تعین کر دیا۔ امام خمینی (رہ) نے صرف یہ کہہ کر اکتفا نہیں کیا کہ اگے بڑھئے، حرکت میں آئیے، اپنی ذمہ داری کو محسوس کیجئے، رضاکار بنئے۔ نہیں، انہوں نے واضح طور پر سمجھایا کہ کیا کام انجام دینا ہے۔ ہمیں سمجھایا کہ جتنا جوش و خروش اور دل کا غبار ہے وہ امریکہ پر نکالئے۔ اسے کہتے ہیں سمت دکھانا، یعنی یہ سمجھانا کہ کیا کرنا چاہیے، کس طرح بڑھنا چاہیے، کس جگہ کو نشانہ بنانا چاہیے، حضرت امام خمینی (رہ) نے یہ چیزیں ہمیں سکھائی ہیں۔
جنگ کے دوران، آٹھ سالہ مقدس دفاع کے دوران حضرت امام خمینی (رہ) نے بار بار فرمایا: "جنگ تمام امور میں سر فہرست ہے۔ ہم لوگ ملک کے اندر عہدوں پر تھے، میں صدر جمہوریہ تھا، کوئی اور کسی اور عہدے پر تھا، ہمارے سامنے ہزار کام ہوتے تھے۔ جب حکام کے سامنے اتنے زیادہ اجرائی اور انتظامی امور اور ذمہ داریاں ہوں تو کبھی غفلت کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ لیکن امام خمینی (رہ) ہمیں ہمیشہ راستہ دکھاتے تھے، سب کو، حکام کو، عوام کو، نوجوانوں کو سب کو سمجھاتے تھے کہ جملہ امور میں جنگ سر فہرست ہے۔
حقیقت بھی یہی تھی۔ حضرت امام خمینی (رہ) نے سمت دکھائی کہ لوگ اس سمت بڑھیں، یہ کام بہت اہم ہے۔
مقبوضہ فلسطین میں غاصب صیہونی حکومت سے جنگ کے لئے شام جانے کے معاملے میں ہمارے نوجوانوں میں بڑا جوش و خروش تھا۔

دو افراد میرے پاس آئے جو اس وقت ہمارے گراں قدر شہدا کی فہرست میں شامل ہیں، انہوں نے کہا کہ وہ جنگ کے لئے جانا چاہتے ہیں۔ امام خمینی (رہ)کو اس کی اطلاع نہیں تھی، جب انہیں معلوم ہوا تو فرمایا کہ اسرائیل سے مقابلے کا راستہ عراق سے گزرتا ہے، حضرت امام خمینی (رہ) نے انہیں روکا، جو لوگ چلے گئے تھے وہ بھی واپس آگئے۔ دیکھئے، ترجیحات کا ادراک، ترجیحات کی شناخت اسے کہتے ہیں ، امام خمینی (رہ) راستہ بتاتے تھے اور سمت کی نشاندہی کرتے تھے۔

حضرت امام خمینی (رہ) نے فرمایا کہ اسلامی نظام کی حفاظت 'اوجب واجبات' (سب سے بڑے واجبات) میں سے ایک ہے یا 'اوجب واجبات' (سب سے بڑا واجب) ہے۔ یعنی دوسرے تمام مسائل فرعی اور اس کے بعد ہیں۔ اس طرح ہمیں سمت دکھائیے۔ ممکن ہے کہ کسی دوست کی رائے سے آپ کسی چھوٹے یا بڑے مسئلے میں اختلاف کریں، تاہم اسلامی نظام کی حفاظت کی جہاں تک بات ہے تو دونوں مساوی طور پر ذمہ دار ہیں۔ جو لوگ امام خمینی (رہ)کی یہ بات سمجھ نہیں سکے انہوں نے بعض مواقع پر بڑی غلطیوں کا ارتکاب کیا۔ امام خمینی (رہ) سمت کی نشاندہی کر دیتے تھے۔ اس عظیم انسان کا یہ طرز عمل تھا۔
لہذا سب سے پہلے فکری ستون احساس ذمہ داری ہے جو رضاکاری کے میدان میں خدمت کا عزم رکھنے والے آپ جیسے افراد کا انتہائی مضبوط اور محکم فکری سرمایہ ہے۔ اس کی لازمی شرط بصیرت ہے

جسے دوسرا اہم ستون سمجھا جاتا ہے ۔ ان دونوں چیزوں سے ایک لمحے کے لئے بھی غفلت نہیں برتنا چاہیے۔ احساس ذمہ داری یعنی اللہ کے لئے اور 'صَبراً وَ احتِساباً' محاسبے کو مد نظر رکھتے ہوئے (9)۔ پالنے والے میں یہ سائنسی ایجاد کر رہا ہو، یہ مطالعہ کر رہا ہوں، فلاں فنکارانہ شاہکار کی تخلیق کر رہا ہوں، یہ جدوجہد کر رہا ہوں، یہ اقتصادی منصوبہ مکمل کر رہا ہوں، فلاں شخص کی مدد کر رہا ہوں، فلاں شخص سے مقابلہ کر رہا ہوں، یہ سب تیرے لئے ہے۔ چونکہ تونے مجھے یہ ذمہ داری پوری کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہی احساس ذمہ داری، اللہ کی بارگاہ میں کئے گئے عہد و میثاق کا احساس، اس کے بعد آگاہی و بصیرت۔ یعنی ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں، ہم کس مقام پر ہیں، دشمن کہاں ہے، دشمن کون ہے، دشمن سے ہمیں کس ہتھیار سے لڑنا ہے۔ یہ دوسرا ستون ہے۔ اس نقطہ نظر کی مدد سے رضاکاروں کا دائرہ بھی معین ہو سکتا ہے اور ان کی سرگرمیوں کا میدان اور پلیٹ فارم بھی روشن اور واضح ہو سکتا ہے۔ جہاں تک رضاکاروں کے دائرے کی بات ہے اور جہاں تک یہ سوال ہے کہ بسیجی (رضاکار) کون ہے تو جواب یہ ہے کہ جو بھی اس فکری و اعتقادی اور انسانی دائرے میں مصروف خدمت ہے، وہ بسیجی ہے۔ البتہ رضاکار مزاحمتی فورس ملک گیر عظیم عمومی تحریک کا مظہر ہے، نظم و نسق و ترتیب، اور صحیح سمت میں آگے بڑھنے اور تعلیم و تربیت کا پیکر ہے۔ بسیجی ہونے کا عنوان بڑا وسیع اور ہمہ گیرہے۔ بسیج مزاحمتی فورس بیشک اس عظیم سایبان کا اصلی قلعہ، چھاؤنی اور مرکز ہے جس نے پوری قوم کو اپنے سائے میں جگہ دی

ہے۔ یہ نظم و ضبط اور ڈسپلن کا درس دیتا ہے، اس سے آمادہ رہنے کا جذبہ ملتا ہے، اس سے آگے بڑھنے اور اقدام کرنے کا جذبہ ملتا ہے، معاشرے کی سطح پر بھی، گوناگوں طبقات اور اصناف کی سطح پر بھی، یونیورسٹی کی سطح پر بھی، اسکول اور کالج کی سطح پر بھی، دینی تعلیمی مراکز کی سطح پر بھی، ہر جگہ مزاحمتی فورس ،بسیج (رضاکار) کی موجودگی کا یہی معنی اور یہی مفہوم ہے۔ (بسیج کا مطلب ہے) صحیح سمت اور راستے کا تعین، راہنمائی، نظم ونسق و ترتیب، اس مجموعہ میں مختلف طبقات اور اصناف کے لوگ شامل ہیں جن کے پاس توانائی ہے اور امکانات ہیں اور اسی لحاظ سے وہ فرائض کا تعین کرتے ہیں۔ جیسا کہ دوستوں نے ابھی تشریح بھی کی، ظاہر ہے وسائل محدود ہیں۔ اب تک جو گنجائش ہے اس کی بنیاد پر یہ تعداد بحمد اللہ دسیوں لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ یہ رضاکاروں کی افرادی قوت کا دائرہ ہے۔

جہاں تک میدانوں کی بات ہے تو میدان بیشمار ہیں۔ کام کے میدانوں کی کوئی حد معین نہیں کی جا سکتی۔ دفاع کا میدان ہے، سیاست کا میدان ہے، تعمیراتی میدان ہے، معیشت کا میدان ہے، آرٹ اور ہنر کا شعبہ ہے، علم و تحقیق اور سائنس و ٹکنالوجی کا شعبہ ہے، مذہبی تنظیموں کا میدان ہے، عزاداری کا میدان ہے، یہ تمام شعبے رضاکاروں کی فعالیت اور سرگرمی کے میدان ہیں۔ ان تمام میدانوں میں ہمارے پاس بہترین نمونے اور نظریات بھی موجود ہیں، بڑی نمایاں ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی عظمت کو ثابت بھی کیا ہے۔ جنگ میں ہمارے پاس 'عظیم سردار' (بسیجی کمانڈر) رہے ہیں، عظیم ہستیاں رہی ہیں،

ان میں سے بعض تو علمی شخصیات تھیں، مگر میدان جنگ میں وارد ہوکر وہ عام سپاہی بن گئیں، ہاتھ میں بندوق اٹھائی اور خدمت کی۔ جیسے شہید چمران۔ شہید چمران ایک علمی شخصیت تھے، بہترین فنکار تھے، انہوں نے خود مجھ سے کہا کہ میں فوٹوگرافی کا آرٹسٹ ہوں۔ جنگ میں آئے، فوجی وردی پہنی اور سپاہی بن گئے۔ میدان جنگ میں آنے سے پہلے وہ ایک علمی شخصیت تھے۔ بعض لوگ ایسے تھے جو اس میدان میں آنے سے پہلے تک کوئی اہم شخصیت نہیں تھے، مگر دفاع وطن کے اس میدان نے انہیں آسمان کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ جیسے استاد عبد الحسین بنا (10) جو معماری کا کام کرتے تھے، میدان جنگ میں وارد ہوئے تو خورشید بن کر بلندیوں پر جگمگانے لگے، عظیم ہستی قرار پائے، وہ بھی کیسی عظیم ہستی!! یہ بڑی نمایاں مثالیں ہیں۔ علم و سائنس کے میدان میں بھی ہمارے پاس ممتاز ہستیاں موجود ہیں۔ جیسے کاظمی آشتیانی مرحوم جنہوں نے اسٹیم سیلز کی ٹکنالوجی اور اس عظیم ادارے کو شروع کیا اور بڑی تعداد میں ماہرین کی تربیت کی۔ ان کے رفقائے کار کا بھی یہی عالم ہے، چنانچہ آج بھی یہ سلسلہ اسی طرح جاری ہے۔ یا جیسے شہید شہریاری، ان دنوں ہم شہید شہریاری کا ذکر بار بار کر رہے ہیں کیونکہ یہ ان کی شہادت کی برسی کے ایام ہیں (11)۔ دوسرے بھی اسی طرح ہیں۔ رضائی نژاد، علی محمدی، احمدی روشن، یہ سب ممتاز علمی شخصیات تھیں جنہوں نے سائنس و ٹکنالوجی کے میدان میں قدم رکھا اور بسیجی طرز عمل کے مطابق کام کیا۔ شہید شہریاری نے بسیجی انداز میں کام کیا۔ جن دنوں

ایرانی قوم کے خلاف اقتصادی دروازے بند کر دینے کی سازش ہو رہی تھی، ان خاص سازشوں کے ذریعہ جن میں بہت سی سازشوں کے بارے میں عوام کو ٹیلی ویژن سے اور خبروں میں کچھ حقائق معلوم ہو چکے ہیں اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جو ابھی صیغہ راز میں ہیں، بعد میں پتہ چلے گا کہ کتنے خبیثانہ اقدامات کئے گئے، یہ کوشش کی جا رہی تھی کہ نیوکلیئر میڈیسن سے عوام محروم رہ جائیں اور اسلامی جمہوریہ مشکل میں پڑ جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں فروخت کریں گے تا کہ تہران کا پلانٹ بند ہو جائے۔ مرحوم شہید شہریاری کام میں مصروف ہو گئے، جی توڑ محنت کی اور بعد میں ہمیں بتایا کہ ہم نے بیس فیصدی کے گریڈ تک افزودہ یورینیم تیار کر لیا ہے، اس کے بعد ہمیں خوشخبری دی کہ ہم نے ایٹمی فیول کی سلاخیں اور پلیٹیں بھی تیار کر لی ہیں۔ دشمن مبہوت رہ گیا۔ یہ بسیجی (رضاکار) کارنامہ تھا۔ یہ معمولی کام نہیں تھا۔ ان تمام میدانوں میں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے، ہزاروں عظیم انسان تھے اور آج بھی ہیں جنہوں نے جانفشانی کی اور کر رہے ہیں، ان میں بعض کا ہم نے نام بھی لیا ہے۔

یہ فکر جو 'بسیجی' فکر ہے اور جسے اسلامی جمہوریہ ایران میں ہمارے عظیم الشان امام (رضوان اللہ تعالی علیہ) نے وجود بخشا ہے، یہ باہر بھی برآمد ہو چکی ہے۔ ہم نے بارہا عرض کیا کہ انقلاب سے وابستہ حقائق اور اسلام سے مربوط مفاہیم، بہار کے پھولوں کی خوشبو کی مانند ہیں، کوئي بھی طاقت ان کا راستہ نہیں روک سکتی، یہ پھیل جاتے ہیں، ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں، یہ روح افزا اور حیات بخش باد

نسیم کی مانند ہیں جو خود بخود ذرے ذرے تک پہنچ جاتی ہے، کوئی لاکھ ہنگامہ کرے، شور مچائے، یہ پہنچ چکے ہیں، برآمد ہو چکے ہیں اور اس وقت آپ انہیں مختلف ملکوں میں دیکھ رہے ہیں۔ یہ طرز فکر لبنان میں اپنا کام کر رہی ہے، عراق میں اپنے اثرات دکھا رہی ہے۔ عراقی نوجوان آگے بڑھے، اپنے ملک کی فوج کے شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے اور یہ عظیم کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ شام میں بھی یہی صورت حال ہے، غزہ میں بھی یہی مناظر ہیں، فلسطین میں بھی یہی ہو رہا ہے، یمن کا بھی یہی عالم ہے، ان شاء اللہ بیت المقدس اور مسجد الاقصی کی آزادی کے لئے بھی یہی ہوگا۔

یہ بات واضح اور روشن ہو گئی۔ میں ابھی تفصیل سے بیان کروں گا کہ اسی وجہ سے اسلامی جمہوریہ ایران ناقابل تسخیر بن گیا ہے۔ جو لوگ اسلامی جمہوریہ ایران اور اسلامی نظام کو دھمکیاں دیتے ہیں کہ ہم یہ کر دیں گے وہ کر دیں گے، وہ جان لیں کہ اسلامی جمہوریہ ایران بسیجی (رضاکارانہ) طرز فکر کی برکت سے اور بسیجی عمل اور اقدام کی وجہ سے ناقابل تسخیر بن چکا ہے۔ ہر ایرانی شہری میں بسیجی (رضاکار) بننے کی استعداد موجود ہے۔ سوائے ان معدودے چند افراد کے جو خواہشات کے اسیر ہیں یا مادہ پرستی سے متاثر ہیں یا خود غرضی سے کا شکار ہیں یا دشمن سے مرعوب ہیں، انہیں ہم الگ رکھتے ہیں، وہ مٹھی بھر سے زیادہ نہیں ہیں۔ ان کے علاوہ ایرانی قوم کی واضح اکثریت استعداد کے اعتبار سے رضاکار ہے اور اسلامی جمہوری نظام کے ناقابل تسخیر ہونے کا راز بھی یہی ہے۔ البتہ سب کو چاہیے کہ بہت ہوشیار رہیں، امتحان کی گھڑی ہمیشہ آتی رہتی

ہے، سب کی آزمائش ہوتی ہے، ترقی اور پیشرفت کا عمل سست روی کا شکار نہیں ہونا چاہیے، ترقی اور پیشرفت کی سمت و جہت میں کوئی غلطی اور انحراف پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ ہم استکبار سے مقابلے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں، ہم استکبار کی جانب بڑھ رہے ہیں۔

ہم لوگ امریکہ کا نام جو بار بار لیتے ہیں، ہمارے عوام بھی اور خود ہم بھی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکہ کا مسئلہ استکبار کی وجہ سے ہے۔ امریکی حکومت ایک استکباری حکومت ہے، امریکہ کی روش مستکبرانہ روش ہے، امریکہ سے روئے زمین پر واقع ایک ملک کی حیثیت سے اور ایک قوم کی حیثیت سے ہمارا کوئی تنازعہ نہیں ہے، وہ بھی دوسرے ملکوں کی مانند ایک ملک ہے، امریکہ سے ہمارا تنازعہ امریکی استکبار کی وجہ سے ہے۔ یہ مستکبر ہیں، یہ متکبر ہیں، امریکہ تسلط پسند ہیں، تحکمانہ لہجے میں بات کرنے والے ہیں۔

گزشتہ چند دنوں کے دوران اسی ایٹمی مذاکرات کے معاملے میں جو بیان انہوں نے دیا آپ اسے دیکھئے۔ چند مہینے مذاکرات کئے، پھر مذاکرات کی مدت میں توسیع بھی کی اور اب ہمیشہ کی طرح پھر بیان بازی شروع کر دی۔

میں اس سلسلے میں چند جملے عرض کروں گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم مذاکرات کی مدت میں توسیع کی مخالفت نہیں کرتے، بالکل اسی طرح اور اسی وجہ سے جس کی بنیاد پر ہم نے خود مذاکرات کی مخالفت نہیں کی۔ ہم نے مذاکرات کی مخالفت نہیں کی تھی اور عوام کو ہم نے اس کی وجہ بھی بتا دی تھی۔ میں نے تقریر میں اس کی وجوہات بیان کر دی تھیں۔ اس موقع پر مذاکرات کی مدت میں

توسیع کی بھی ہم مخالفت نہیں کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ ہماری مذاکراتی ٹیم واقعی بڑی محنتی اور پختہ عزم کی مالک ہے۔ استقامت کا مظاہرہ کرتی ہے، منطقی روش کے مطابق گفتگو کرتی ہے، دباؤ میں ہرگز نہیں آتی، یہ ٹیم واقعی اپنا کام اچھی طرح انجام دے رہی ہے۔ اس بات کو سب ذہن میں رکھیں۔ تفصیلات سے اور ان مذاکرات میں کیا کیا صورت حال پیش آ رہی ہے اس سے غالبا ہمارے عوام باخبر نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹیم میں شامل افراد بڑی لگن، دانشمندی اور دردمندی کے ساتھ کام کر رہے ہیں، منطقی روش کے مطابق آگے بڑھ رہے ہیں۔ مد مقابل فریق اور بنیادی طور پر امریکہ کے برخلاف جو آئے دن کوئی نئی بات شروع کر دیتا ہے۔ آپسی گفتگو میں اور مراسلہ نگاری میں ان کا لہجہ کچھ اور ہوتا ہے، عوامی پلیٹ فارم پر اور تقاریر میں ان کا لہجہ کچھ اور ہوتا ہے۔ آج ایک بات کرتے ہیں تو کل اسے واپس لے لیتے ہیں۔ جب انسان سیدھے راستے پر اور صراط مستقیم پر نہ ہو تو یہی حالت ہوتی ہے۔ وہ اپنی داخلی مشکلات کے لئے مذاکرات کے مسئلے کو استعمال کرنا چاہتے ہیں، لہذا مجبور ہیں کہ وہاں کسی اور انداز سے بات کریں اور یہاں کسی اور لہجے میں گفتگو کریں۔ لیکن ہماری مذاکراتی ٹیم کا یہ انداز نہیں ہے۔ ہماری مذاکراتی ٹیم مضبوط اور محکم دلیلوں کے ساتھ ان سے روبرو ہوتی ہے۔ البتہ این مذاکرات کاروں کے درمیان یہ جو چند افراد ایران کے سامنے ہیں، ایران اکیلا ہے جبکہ ان کا پورا ایک لشکر ہے، کئی ممالک کے مذاکرات کار ایسے ہیں جن میں ہر ایک کی پشت پر سفارت کاروں، رابطہ عامہ، فوٹوگرافروں اور تجزیہ نگاروں

وغیرہ کا پورا لشکر ہے، ان چند مذاکرات کاروں میں سب سے زیادہ بے ادب امریکی ہیں اور سب سے زیادہ موذی برطانوی مذاکرات کار ہیں۔ اب جو انہوں نے مذاکرات کی مدت میں توسیع کی ہے تو سب جان لیں، وہ لوگ بھی جو مذاکرات میں ہمارے مد مقابل ہیں اور وہ لوگ بھی جو ملک کے اندر اس معاملے میں فکرمند ہیں اور ان کی نگاہیں ان مذاکرات پر لگي ہوئی ہیں، کہ اگر مذاکرات کسی نتیجے تک نہ پہنچے تو جو سب سے زیادہ نقصان اٹھائے گا وہ ہم نہیں بلکہ امریکی ہوں گے۔ ہم اپنے عوام کے سامنے کھلی کتاب کی مانند ہیں۔ مسئلے کی حقیقت سے اپنے عوام کو باخبر رکھتے ہیں، اپنی قوم کے سامنے بیان کر دیتے ہیں، ہمارے عوام اب یہ سمجھ بھی چکے ہیں اور مختلف دلائل کے ذریعہ اسے حتمی طور پر ثابت بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایران کے سلسلے میں مغرب اور استکبار کا ارادہ یہ ہے کہ ایرانی قوم کی پیشرفت اور بڑھتی ہوئی علمی قوت کا سد باب کیا جائے۔ ان کا حقیقی ارادہ یہ ہے کہ ایرانی قوم کے مسلسل بڑھتے ہوئے وقار کو کم کیا جائے۔ ایٹمی مسئلہ تو محض ایک بہانہ ہے۔ اس کے ساتھ کچھ دوسرے بھی بہانے ہیں۔ اصلی مسئلہ یہ ہے کہ ایرانی قوم کی استعداد اور توانائیاں روز بروز ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ تمام میدانوں میں یہ قوم ترقی کر رہی ہے، سیاسی میدان میں، علمی و سائنسی میدان میں، گوناگوں سماجی میدانوں میں اس کی قوت بڑھ رہی ہے۔ یہ لوگ اس سے ناراض ہیں، پریشان ہیں، اس کا سد باب کرنا چاہتے ہیں۔ دباؤ اور پابندیاں اسی مقصد کے لئے ہیں۔ اقتصادی پابندیوں اور دباؤ کا ہدف یہی ہے کہ ایرانی قوم کی مسلسل بڑھتی ہوئی علمی کاوشوں میں

رکاوٹ ڈالیں۔ اسی لئے پابندیاں عائد کرتے ہیں، دباؤ ڈالتے ہیں، اقتصادی دباؤ قائم کرتےہیں۔ البتہ اقتصادی دباؤ بہت اہم چیز ہے۔ ہم اپنے عوام سے آسانی کے ساتھ اپنی بات کہہ دیتے ہیں۔ مگر وہ ایسے نہیں ہیں، ان کی قوم کو ان پر بھروسہ نہیں ہے۔ ان کے صدر کی عوامی مقبولیت روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ اعداد و شمار وہ خود وہی پیش کرتے ہیں۔ جس دن اس صدر کا انتخاب ہوا تھا اس دن اس کی مقبولیت کا گراف اونچا تھا۔ لیکن یہ مقبولیت روز بروز کم ہوتی گئیـ کیونکہ عوام کو اپنے سیاسی نظام پر اعتماد نہیں ہے۔
امریکہ میں ہونے والے حالیہ انتخابات میں بھی رائے دہندگان کی شرکت بہت کم رہیـ یہ بات خود امریکی حکام نے بھی کہیـ یعنی امریکی عوام کو امریکی نظام اور امریکی سسٹم پسند نہیں ہے اور ان کے اندر اب کوئی امید بھی نہیں رہ گئی ہے۔ اس کا موازنہ آپ ہمارے یہاں ہونے والے انتخابات میں عوام کی 65 فیصدی اور 70 فیصدی ووٹنگ سے کیجئے۔ اب تو خود اپنے عوام کے ساتھ ان کے اختلافات ہیں۔ آپ نے فرگوسن، ریاست میسوری اور دیگر جگہوں کی خبریں سنی ہونگی، یہ اپنے ہی عوام سے جنگ کر رہے ہیں! ان کی اپنی رپورٹیں کہتی ہیں کہ امریکہ کی پولیس نے ایک سال میں چار سو سے زیادہ امریکی شہریوں کو مختلف بہانوں سے قتل کیا ہے۔ پولیس نے، عدلیہ نے نہیں! ان کا تو اپنے عوام سے بھی رابطہ اچھا نہیں ہے، ان کے اپنے عوام بھی انہیں پسند نہیں کرتے، ان کی مشکلیں ہیں، انہیں اس وقت ایک کامیابی کی ضرورت ہے، انہیں کسی بڑی کامیابی کی ضرورت ہے۔ ہمیں نہیں ہے، ہمیں ایسی کوئی ضرورت در

پیش نہیں ہے۔
کچھ دن پہلے ہماری مذاکراتی ٹیم کے ایک رکن نے بڑی اچھی بات کہی۔ کہا کہ اگر معاہدہ نہ ہو سکا تو آسمان زمین پر نہیں آجائے گا، دنیا ختم نہیں ہو جائیگی۔ معاہدہ نہیں ہوتا ہے تو نہ ہو۔ یہ بالکل صحیح بات ہے۔ ہمیں اس طرح کا نقصان نہیں پہنچے گا جس کا وہ اندازہ لگا رہے ہیں کہ اگر ایسا ہوا تو یہ ہو جائیگا۔ بالکل نہیں، راہ حل موجود ہے، راہ حل یہی مزاحمتی معیشت ہے جو پہلے مرحلے میں تو دشمن کی ضربوں کے اثر کو کم کرےگی، یہ اس کا کم مدتی نتیجہ ہے، جبکہ درمیانہ مدت اور طویل مدت میں یہ معیشت عوام کی پیشرفت کے عمل کو اوج پر لے جائیگی۔ یہ مزاحمتی اور خود کفیل معیشت کی خصوصیت ہے۔ اقتصادیات میں جو اہل نظر ہیں انہوں نے ہماری مزاحمتی معیشت کا مسئلہ پیش کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی ہے۔ تو ہمارے پاس راہ حل موجود ہے، ان کے پاس نہیں ہے۔ ان حالات کے باوجود وہ استکباری روش پر چل رہے ہیں۔ آپ چند دن قبل کے ان کے بیانوں کو سنئے ؛ کھڑے ہوکے کہتے ہیں کہ ایران کو چاہیے کہ عالمی برادری کا اعتماد حاصل کرے۔ خود کو عالمی برادری کہتے ہیں! امریکہ، برطانیہ، فرانس اور چند استکبار ممالک، عالمی برادری بن گئے ہیں۔ یہ عالمی برادری ہے؟ ناوابستہ تحریک کے تقریبا ڈیڑھ سو ممالک جن کا دو سال قبل تہران میں اجلاس ہوا، کیا وہ عالمی برادری نہیں ہیں؟ اس اجلاس میں شرکت کے لئے تہران آنے والے قریب پچاس ملکوں کے صدور اور سربراہان مملکت کیا عالمی برادری نہیں؟ ان ملکوں میں بسنے والے اربوں انسان، کیا عالمی برادری

نہیں ہیں؟ یہی مٹھی بھر ممالک، وہ بھی ایسے ممالک جن کے سربراہان اپنے عوام سے بالکل کٹے ہوئے ہیں، عالمی برادری ہیں؟ "عالمی برادری کا اعتماد حاصل کیجئے" یعنی ہمارا اعتماد، یعنی امریکیوں کا اعتماد! ہم امریکیوں کا اعتماد حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ ہمیں امریکیوں کے اعتماد کی قطعی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ آپ ہم پر اعتماد کریں، آپ کا اعتماد ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ہم بھی آپ پر اعتماد نہیں رکھتے، خود آپ کے عوام آپ پر اعتماد نہیں کرتے۔

اس کے بعد مزید کہتے ہیں کہ اسرائیل کی سلامتی کی ضمانت ضروری ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اسرائیل روز بروز زیادہ غیر محفوظ ہوتا جائے گا، ایٹمی معاہدہ ہو یا نہ ہو، اسے آپ سن لیجئے کہ اسرائیل کے تحفظ کی ضمانت نہیں ہو سکتی، چاہے ایٹمی معاہدہ ہو یا نہ ہو۔ ویسے آپ جو یہ کہتے ہیں کہ اسرائیل کی سلامتی کی ضمانت ہونی چاہیے تو میں یہ کہوں گا کہ آپ اپنی اس بات میں بھی سچے نہیں ہیں۔ امریکی حکام کے لئے اسرائیل کی سکیورٹی کلیدی اور اساسی مسئلہ نہیں ہے۔ اصلی معاملہ کچھ اور ہے۔ ان حضرات کا سب سے بنیادی مسئلہ ہے صہیونی سرمایہ داروں کے نیٹ ورک کی خوشنودی جس کے ہاتھ میں ان لوگوں کی شہ رگ حیات ہے۔ یہ ہے ان کا اصلی مسئلہ۔ ورنہ اسرائیل رہے یا نہ رہے، ان کی نظر میں اس کی کیا اہمیت ہے؟ ان کے لئے اہمیت بس اس بات کی ہے کہ انہوں نے اپنی شہ رگ صہیونی سرمایہ داروں کے نیٹ ورک کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ اس نیٹ ورک کے ہاتھ میں جو انہیں رشوت بھی دیتا ہے، انہیں دھمکیاں

بھی دیتا رہتا ہے، انہیں رشوت کے طور پر پیسے دیتا ہے۔ وہ پیسے لیتے ہیں، یہ نیٹ ورک عہدے کی رشوت دیتا ہے، کچھ ہیں جو عہدہ دلانے کا وعدہ کرتے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں امریکی معیشت کی نبض ہے اگر ان کی دست بوسی نہ کریں تو اعلی عہدوں تک رسائی ممکن نہ ہوگی۔ جیسے صدر جمہوریہ کا عہدہ، وزارتیں وغیرہ۔ تو ان کا اصلی مسئلہ یہ ہے۔ صہیونی دھمکیاں بھی دیتے ہیں، اگر انہوں نے اس خطرناک نیٹ ورک کی مرضی کے برخلاف کام کیا تو انہیں دھمکیاں ملنے لگتی ہیں، یا تو استعفا پر مجبور کر دئیے جانے کی دھمکیاں ملتی ہیں، یا بدنام کر دینے کی دھمکیاں ملنے لگتی ہیں۔ گذشتہ چند سال کے عرصے میں آپ نے یہ چیزیں امریکیوں کی زندگی میں دیکھی ہیں۔ کسی پر الزامات عائد کر دیتے ہیں، کسی کو بدنام کر دیتے ہیں، کسی کے خلاف جنسی اسکینڈل کھڑا کر دیتے ہیں، کسی کو استعفا دینے پر مجبور کر دیتے ہیں، کسی کو قتل بھی کر دیتے ہیں۔ ان صدور اور اعلی عہدیداروں میں کچھ کو وہ قتل بھی کر چکے ہیں۔ ان کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ آپ لوگ اسی نیٹ ورک سے خوفزدہ ہیں، آپ کو اس کی فکر ہے، اسرائیل کی سکیورٹی آپ کا مسئلہ نہیں اصلی مسئلہ خود آپ کا اپنا تحفظ ہے۔ یہ مستکبر قوت ہے، یہ اسی انداز میں بات کرتی ہے اور استکباری طاقت سے ہماری بنتی نہیں ہے۔ اگر منطقی بنیاد پر بات کی جائے، تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، منطقی باتیں ہم تسلیم کرتے ہیں، منصفانہ اور عاقلانہ معاہدے بھی ہم قبول کریں گے۔ لیکن جہاں بھی توسیع پسندی او منہ زوری کا معاملہ ہوگا، وہاں نہیں۔ اسلامی جمہوریہ ایران

کا اوپر سے نیچے تک کوئی بھی فرد قبول نہیں کرےگا ، نہ عوام نہ عہدیدار کوئی بھی قبول نہیں کرے گا۔ اسے وہ اچھی طرح سمجھ لیں۔

دو تین جملے آپ عزیز بسیجیوں اور ملک بھر کے رضاکاروں کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا ؛ میں آپ عزیز رضاکاروں کو اچھے اخلاق کی دعوت دیتا ہوں۔ اخلاق سے کیا مراد ہے؟ اخلاق یعنی حلم و بردباری، صبر و استقامت، صدق و صفا، شجاعت و فداکاری، پاکیزگی و پاکدامنی۔ رضاکاروں کو اگر اس اس عظیم عمارت کے مضبوط اور محکم اجزاء کے طور پر خود کو باقی رکھنا ہے تو انہیں ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ دشمنوں کے مقابلے میں یہ عمارت اسی طرح مضبوط اور مستحکم قلعہ بنی رہے تو ان چیزوں کو ملحوظ رکھئے۔ بردباری کا ثبوت دیجئے، صبر و تحمل کا مظاہرہ کیجئے، اخلاق پیش کیجئے، طہارت و پاکیزگی کے نمونے پیش کیجئے، صدر اسلام کے عظیم نمونوں کو مد نظر رکھئے۔ ہمیں تکبر سے اجتناب کرنا چاہیے، فرعونیت سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیے۔ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی نظر میں وہ عظیم مقام، وہ بلند مرتبہ اور مثالی شجاعت رکھنے والے حضرت مالک اشتر ایک گلی سے گزر رہے تھے، ایک بچے نہ انہیں نہیں پہچانا اور ان کا مذاق اڑایا۔ شاید ان پر کوئی کنکری بھی پھینکی۔ اس نے دیکھا کہ ایک شخص گزر رہا ہے، اس نے مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ حضرت مالک اشتر خاموشی سے گزر گئے۔ جن لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا، انہوں نے بچے کو ڈانٹا کہ تجھے معلوم ہے کہ کیا حرکت کی ہے! پتہ ہے تونے کس کا مذاق اڑایا ہے؟

بچہ حضرت مالک اشتر کو نہیں پہچانتا تھا، اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ سب نے بتایا کہ وہ مالک اشتر تھے۔ بچے کے ہوش اڑ گئے۔ وہ اکیلے، یا ماں باپ کے ساتھ یا دوستوں کے ساتھ دوڑا دوڑا آیا کہ معافی مانگ کر لے کہ کہیں کسی مشکل میں نہ پڑ جائے۔ وہ سب حضرت مالک اشتر کو تلاش کرنے لگے۔ انہوں نے دیکھا کہ مالک اشتر مسجد میں گئے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ مالک اشتر کے پاس گئے اور معافی مانگنے لگے۔ مالک اشتر نے کہا کہ میں اس لئے مسجد آیا ہوں کہ نماز پڑھوں اور دعا کروں کہ اللہ تعالی اس بچے کی غلطی کو بخش دے! ذرا اس دردمندی، اس احساس ذمہ داری، اس بردباری اور اس بزرگی کو دیکھئے ۔ ہمیں اور آپ کو چاہیے کہ یہ چیزیں حاصل کریں اور سیکھیں۔
میں اسی طرح عقیدے، ایمان اور عمل کو ہمیشہ مضبوط اور مستحکم رکھنے کے سلسلے میں خصوصی تاکید کرنا چاہوں گا کہ ان میں کوئی بھی اضمحلال نہ آنے پائے۔ زندگی کے اس سفر میں جب ہمارے سامنے کچھ وسوسے پیدا ہو جاتے ہیں۔ پیسے کا وسوسہ، خواہشات کا وسوسہ، عہدے اور منصب کا وسوسہ، دوستی کا وسوسہ تو یہ اضمحلال شروع ہو جاتا ہے۔ لہذا ہمیں بہت محتاط رہنا چاہیے کہ عقیدے میں کوئی تزلزل نہ آئے۔ آپ خود ماحول پر اثر انداز ہونے کی کوشش کریں، ماحول اگر غلط ہے تو اسے اپنے اوپر طاری نہ ہونے دیجئے۔
اس قومی، عوامی اور خداپسندانہ ،رضاکار طبقات و اصناف کے مجموعہ میں تمام طبقات پر توجہ دی جانی چاہیے۔ میں نے بعض

کے بارے میں خاص طور پر سفارش اس لئے کی کہ میری نظر میں وہ عدم توجہ کا شکار تھے۔ میں نے رضاکار فورس کے سربراہ جناب نقدی صاحب سے خصوصی سفارش کی ہے۔ رضاکار فورس کےکسی بھی طبقے کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ مختلف طبقات کے آپسی رابطے کی نوعیت بھی طے کر لیجئے۔ ان کے درمیان رابطہ قائم کیجئے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ طلباء رضاکار فورس مثال کے طور پر ڈاکٹروں کی رضاکار فورس یا انجینیئرز کی رضاکار فورس یا صنعت کاروں کی رضاکار فورس سے آشنا نہیں ہوتی۔ یہ نہیں ہونا چاہیے، اطلاع ہونی چاہیے۔ ممکن ہے وہ ایک دوسرے کے کام آئیں۔ ان طبقات میں اور اصناف میں سے ایک کو دوسرے سے مدد مل سکتی ہے، پیشرفت کے عمل میں ایک دوسرے کی مدد ہو سکتی ہے۔ ان چیزوں کی ترویج کیجئے اور اس مجموعہ کے اندر اسے عام کیجئے۔

بڑے کام بسیج کے ارکان اور ہماری قوم کے با استعداد افراد انجام دے رہے ہیں۔ حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ مدد کرے، حکومتی اداروں کو چاہیے کہ مختلف شعبوں میں رضاکار فورس کے فروغ اور ترقی میں مدد کریں۔ اقتصادی مسائل پر بھی اس بارے میں ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ مزاحمتی معیشت پر توجہ دی جائے اور داخلی پیداوار کے فروغ و تقویت اور ان اشیاء کی درآمد میں کمی کی جائےجو غیر ضروری ہیں یا ان کی جیسی مصنوعات ملک کے اندر موجود ہیں، حکومتی عہدیدار اس پر توجہ دیں، وہ رضاکار فورس کی مدد حاصل کریں۔ ان حالات میں حقیر کو اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ مستقبل ایرانی قوم کا ہے، یہ بات میں بارہا دہرا چکا ہوں۔

حضرت امام خمینی (رہ) کی روح مبارک ہمیشہ شاد اور خوشحال رہے، ہمارے پاکیزہ شہیدوں کی ارواح مطہرہ ہمیشہ خوش رہیں اور اللہ تعالی ہمیں بھی ان شہیدوں کی صف میں شامل فرمائے۔

و السّلام علیکم و رحمة اللّہ و برکاته

(۱رہبر معظم انقلاب اسلامی کے خطاب سے قبل پاسداران انقلاب اسلامی فورس کے سربراہ بریگیڈیئر جنرل محمد علی جعفری اور بسیج (رضاکار فورس) کے سربراہ بریگیڈیئر جنرل محمد رضا نقدی نے اپنی اپنی بریفنگ دی۔
(۲سورہ مائدہ، آیت نمبر ۵۴ کا ایک حصہ
(۳سورہ صف، آیت نمبر ۴ کا ایک حصہ ؛ « در حقیقت اللہ تعالی پسند کرتا ہے ان لوگوں کو جو صف در صف، سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند جہاد کرتے ہیں۔
(۴سورہ نساء، آیت نمبر ۷۵ کا ایک حصہ ؛ «تم راہ خدا میں اور کمزور کر دئے جانے والے مردوں، عورتوں اور بچوں کی نجات کی راہ میں جنگ نہیں کرتے؟»
(۵اصول کافی، جلد۲، صفحہ) ۱۶۳تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ)
(۶مناقب آل ابی طالب، جلد ۱، صفحہ ۱۹۲
(۷نهج‌البلاغه، خطبه نمبر ۲۷
(۸تحف العقول، صفحہ ۳۵۶

دفتر مقام معظم رہبری
www.leader.ir

۹)منجملہ ماہ رمضان کے ایام کی دعائیں
۱۰)شہید عبدالحسین برونسی
۱۱)شہید مجید شہریاری 8 آذر 1389 ہجری شمسی مطابق 29 نومبر 2010 کو ایک دہشت گردانہ حملے میں شہید ہوئے۔